© rasailojaraid.com

محترمہ منورہ نوری صاحبہ

شاہ ولی اللہؒ کے دَور کا اِقتصادی، سماجی اور مذہبی پس منظر

امام الہند قطب الدین شاہ ولی اللہؒ عالم دین، فقیہ، مفکّر اور ایک وسیع القلب نقاد تھے۔ قدرت نے انھیں گوناگوں اوصاف سے نوازا تھا اور انھوں نے بھی ان خُداداد صلاحیتوں سے بھرپور فائدہ اٹھاکر خود کو بہترین مصلح ثابت کردیا۔ اُنھوں نے اسلام کے بنیادی اُصولوں کو عملی زندگی کی تکمیل کا ذریعہ ثابت کرکے مسلمانوں کو کامیابی ونجات کی راہ دکھائی اور ایک ایسی صالح جماعت کی بنیاد ڈالی جس نے ان کی اصلاحی تجاویز کو بہ حسن و خوبی پایۂ تکمیل تک پہنچاکر تمام غیر اسلامی عناصر کا خاتمہ کردیا اور اس طرح حضرت امام الہند شاہ ولی اللہؒ کی خدمات نے تاریخ میں ان کے لیے ایک غیر فانی نقش ثبت کردیا اور حقیقت یہ ہے کہ تاریخ نے جو مقام انھیں دیا وہ کسی مصلح کا نہیں ہے۔

ان کی ذات ایک سرچشمۂ فیض تھی جس سے کشت ایمان سیراب ہوئی۔ ان کی تعلیم کا فیض عام ہوا اور پھر اسی علم سے ہزاروں شمعیں روشن ہوئیں جنھوں نے ہندوستان کے گھر گھر سے جہالت وتاریکی کا خاتمہ کردیا لیکن ان تمام خدمات کو سمجھنے کے لیے ان کے دَور کا اِقتصادی، سماجی اور مذہبی پس منظر مدنظر رکھنا ضروری ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ دَور مسلمانانِ ہند کے لیے شدید کشمکش کا حامل تھا۔ اورنگزیب عالمگیرؒ کی وفات کے بعد سیاسی واقتصادی افراتفری پھیل چکی تھی۔ مسلمانوں کی سلطنت رُو بہ زوال تھی۔ سب سے بڑی بدنصیبی جس نے مسلمانوں کو گھیرا تھا وہ مذہب سے ناواقفیت اور ہوسِ زر تھی۔ چونکہ آہستہ آہستہ ہندوستان کے اکثر حصے مسلمانوں کے قبضہ سے نکل رہے تھے اس لیے معاشرتی خرابیاں عروج پر تھیں۔ ہر فرد خوب سے خوب تر کی تلاش میں سرگرداں وحصولِ زر کے لیے کوشاں نظر آتا۔ خاص طور پر اُمراء اقتدار کے اس درجہ طالب تھے کہ ہر جائز وناجائز ذریعہ استعمال کررہے تھے۔ چونکہ ان کا مقصد صرف دنیاوی عزت تھا اس لیے جن کے پاس اقتدار تھا وہ اس کی حفاظت کے لیے اور جو اس سے محروم تھے وہ اس کے حصُول کے لیے سازشوں میں مبتلا ہوگئے۔ انجام کار ہر طرف تباہی کے بادل منڈلانے لگے۔ صوبیدار اپنے مرکز سے باغی ہوکر آزاد ریاستیں قائم کرنے لگے۔ باہمی آویزش و منافرت کا یہ عالم تھا کہ وہ مسلسل ایک دوسرے کی کاٹ میں لگے رہتے اور تمام فرائض کو فراموش کرکے حکومت کے ذمہ دار عہدیدار ہونے کے باوجود اپنے ذاتی مفاد کے لیے قوم کے فائدہ کو نظر کردیتے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہی لوگ جو قوم کے استحکام کا باعث تھے، ملک کو کمزور کرکے معاشرہ کا امن غارت کرنے لگے۔ ایسے ماحول میں چیرہ دستیوں کو پروان چڑھنے کا خوب موقع ملا۔ خود غرضی و بدنظمی نے دست درازوں کے بازوؤں کو مزید قوت عطا کی اور انھوں نے عوام کو ظلم وستم کا نشانہ بنانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ بد دیانتی، رشوت ستانی اور اقربا پروری عام ہوئی اور غرباء بلاکسی مذہبی فرق کے مظالم کا شکار ہونے لگے، اس طرح مغل سلطنت کے تمام مراکز کمزور ہوگئے اور طاقتور ترین مرکز اودھ اور دکن جنھیں مسلمان سلطنت کا سکون کہتے تھے، بالکل ہی کٹ گئے۔ اگرچہ مسلمان مدت دراز سے معاشرتی ومذہبی خامیوں میں مُبتلا تھے بلکہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ان کی تمام مسلمان کا سبب یہی خامیاں تھیں۔ لیکن ان پر ابھی تک پردہ پڑا ہوا تھا۔ عیش کوشی کے باعث نہ وہ خود اس طرف متوجہ تھے اور نہ کوئی دُوسرا ان کے رُخ سے نقاب اُٹھانے کی جرأت کرسکتا تھا۔ مگر اسلامی حکومت کے خاتمہ اور بغاوت کے باعث ان کی تمام اخلاقی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور روحانی کمزوریاں بے نقاب ہوگئیں تو اندازہ ہوا کہ وہ اسلام سے بہت دور ہیں۔
اس دور کا مطالعہ کرکے آج کوئی فرد بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اسلامی حکومت کے دوران مسلمانوں کی زندگی قرآن وسنت کے مطابق تھی بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مدت سے یہاں کے مسلمانوں میں غیر اسلامی رسم ورواج رائج تھے۔ فرق صرف اقتدار کا تھا۔ دنیاوی حکومت نے ان کے تمام عیوب چھپالیے تھے اور از خود اپنی کوتاہیوں پر نظر ڈالنا ان کی عادت نہ تھی اور دیکھنے والے برائی کو بھی خوبی کا رنگ دے کر دیکھنے کے عادی تھے۔ لیکن جاہ و جلال رخصت ہوتے ہی اقتدار کا پیرہن اترتے ہی ان کی عریانیت کچھ ہی نظروں نے دیکھی اور بہت کم آنکھوں نے ان کی خامیوں کی کھٹک محسوس کی۔ ورنہ اکثریت کھلم کھلا ان کا اعادہ کرنے لگی۔ یہ رنگ جو سب سے پہلے امرا میں پیدا ہوا تھا اب پھیل کر تمام ماحول کو رنگین کررہا تھا۔ آہستہ آہستہ عوام بھی طبقۂ اعلیٰ کی راہ پر گامزن ہوگئے اب سب کو اپنی ہی فکر لاحق تھی اور ان کا مقصد کسب زر تھا۔ اگرچہ آگے چل کر اسی صدی میں مذہبی احیاء و معاشرتی اصلاح کی ابتدا ہوئی لیکن اس وقت سیاسی، مذہبی اور اقتصادی تنزل کی انتہا ہوچکی تھی۔ معاشرہ کا سکون غارت ہوچکا تھا۔ لوگ سکون حاصل کرنے کے لیے مزید بے سکونی کے سامان پیدا کررہے تھے، ان کی نظر میں ہر پریشانی کا حل دولت تھی جسے وہ ہر طریقہ سے لوٹ کھسوٹ کر جمع کررہے تھے۔ اس طرح امیر امیر تر اور غریب غریب تر ہورہے تھے۔ اور انھیں یہ احساس بھی نہ تھا کہ یہی ہوس زر اور مفلسی ملک سے امن غارت کرنے کا باعث ہے۔ مسلمان جو اب تک اخوت و اطاعت کے باعث سربلند تھے اب عیش کوشی کے باعث مبتلائے عذاب ہورہے تھے۔ ان کی اس تباہ کن حالت کا مشاہدہ کرکے دوربین نظروں کے لیے یہ اندازہ کرنا چنداں دشوار نہ تھا کہ مسلمانوں کی کوتاہ اندیشی کے باعث سلطنت اس دیوار کی مانند ہوچکی ہے جس کی بنیادیں کھوکھلی ہوں اور وہ ایک ہی دھکے سے زمین بوس ہوجاتی ہے۔
مسلمانوں کی اس نااتفاقی وخودغرضی کا اثر ان پر تو تباہ کن ہوا ہی لیکن اس چیز نے غیر مسلمین میں بھی حرکت پیدا کردی اور وہی لوگ جو سر اٹھانے کا حوصلہ نہ کرسکے تھے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اب کھلم کھلا حکومت کے خلاف شورشیں بپا کرنے لگے۔ تاریخ شاہد ہے کہ مسلمانوں نے کبھی غیر مسلم سے شکست نہیں کھائی۔ شروع سے آج تک بڑی سے بڑی قوت ان کے رُوبرو آکر پارہ پارہ ہوگئی لیکن جب بھی نااتفاقی و خود غرضی نے اس قوم میں جنم لیا تو معمولی سی طاقت بھی ان کی بڑی سے بڑی قوت کو زیر کرنے کے لیے کافی ہوئی۔ منتہائے نظر تک پھیلے ہوئے لشکر مسلمانوں کی ایک دستہ فوج کو پیچھے ہٹنے پر مجبور نہ کر سکے لیکن اپنی باہمی آویزش کے سبب ان کی مضبوط سلطنتیں محض چند نفوس کے ہاتھوں سرنگوں ہوگئیں اور حالات کا مشاہدہ یہ عیاں کر دیتا تھا کہ یہ سب مذہب سے دُوری و نااتفاقی کا سبب ہے۔ چنانچہ اس وقت بھی انھی اسباب کی بدولت غیر مسلمین میں جرأت پیدا ہوئی اور سب سے پہلے مرہٹوں نے شہنشاہِ دہلی کو مالوہ، اڑیسہ اور گجرات کے علاقے چھوڑ دینے پر مجبور کیا۔ اس کے ساتھ ہی پنجاب میں سکھوں نے اپنے ان اسلام دشمن جذبات کا اظہار کرنا شروع کر دیا جن کو ظاہر کرنے کی جسارت وہ آج تک نہ کر سکے تھے مگر اب محض مسلمانوں کی کمزوریوں کے سبب وہ کھلے عام بغض و عناد اور نفرت کا مظاہرہ کرنے لگے۔ اس کے لیے انھوں نے دستور کے مطابق لُوٹ مار اور ظلم و تشدّد شروع کیے۔ اس وقت ہزاروں مسلمانوں کو بلا قصور شہید کیا گیا۔ ہر جگہ ہر گلی کوچے میں انھیں ذلیل و رُسوا کیا جاتا۔ مسجدوں میں اذان دینے کی اجازت نہ تھی۔ ذبیحۂ گاؤ کی شدید ممانعت۔ غرضیکہ اس وقت کوئی ظلم بھی باقی نہ تھا جو روا نہ رکھا گیا ہو۔ اگرچہ یہی مظالم آئندہ وجہ جہاد بنے لیکن اس وقت حالات کے انسداد کے لیے مرکزی حکومت کوئی قدم نہ اٹھا سکتی تھی کیونکہ اس فتنہ و فساد کے سدباب کے لیے جانے والی فوج بھی عوام کی طرح جذبۂ جہاد سے عاری و ذاتی اغراض میں مبتلا تھی، وہ صرف گھوڑے پالتے اور ہتھیار جمع کرتے تھے۔ ان کا مقصد بھی عوام سے جدا نہ تھا۔ عیش و عشرت میں اوقات گزاری اور دولت جمع کرنا ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اگر حکم شاہی سے مجبور ہو کر جاتے بھی تو تعمیلِ حکم میں فرقہ بندی و باہمی کشمکش مانع رہتی۔ اور انھیں مزید نقصان اٹھا کر پیچھے ہٹنا پڑتا تھا۔ مرکزی حکومت کی کمزوری کے سبب مسلمانوں کی اقتصادی حالت بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہی۔ ملک میں عدمِ امن کے باعث تجارتی سفر بند ہو گئے تجارت کی غرض سے لے جانیوالے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مال سرِراہ لوٹے جانے لگے اور جو تاجر مدافعت کرتے موت کے گھاٹ اتار دیئے جاتے۔ ان حادثات کے نتیجہ میں تجارتی لین دین ختم اور صنعتیں بند ہوگئیں۔ اس کا اثر عوام کی خوشحالی پر ناگزیر تھا۔ غریبوں کی حالت انتہائی خراب ہوتی جارہی تھی۔ خوشحال گھرانے تو دولت کے زور پر حالات کا مقابلہ کر بھی لیتے تھے مگر غریبوں کی زندگی موت سے بدتر تھی، بھوک افلاس نے انھیں زندہ درگور کردیا تھا۔ شکم پروری کے لیے وہ ہر کام کرگزرتے۔ غیرت و خودداری کا گلا گھونٹ کر باپ اور بھائی خود ہی بہن اور بیٹیوں کے سودے کرنے لگے۔ اس سیاسی و اقتصادی زوال کے ساتھ ہی مسلمان جو مذہبی اعتبار سے پہلے ہی پست تھے اب قعرِ مذلت میں گر گئے۔ اس سے قبل بھی بہت کم لوگ ایسے تھے جو صحیح طور پر مذہب سے واقف تھے مگر اس دور میں تو ہندو اور مسلم میں کوئی فرق باقی نہیں رہا تھا۔ مسلمانوں میں اکثریت ان کی تھی جنھوں نے ہندو مذہب چھوڑ کر اسلام کے دامن میں پناہ تو لی تھی مگر ان کی روحانی حالت میں کوئی انقلاب نہیں آیا تھا۔ ذہنی طور پر وہ بدستور حسب سابق تھے۔ اگرچہ اسلام کی یہ خاصیت ہے کہ اس کی تعلیم دلوں کو پھیر کر خیالات کو بدل دیتی ہے۔ بڑے بڑے سنگدلوں اور اسلام کے مخالفین کو اسلام کی تعلیم نے بدل کر رکھ دیا مگر یہ انقلاب اصل تعلیم سے واقفیت کے بعد ہی بپا ہوتا ہے اور مسلمانانِ ہنداس سے محروم تھے۔ اس لیے باوجود تبدیلیٔ مذہب کے ان میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ وہ صرف برائے نام مسلمان تھے۔ اسلام سے قبل وہ مندروں میں ایستادہ مورتیوں کے روبرو سجدہ ریز ہوتے تھے تو اب قبروں پر ماتھا ٹیکتے یا مسلمان پیروں سے اپنی مشکلات کا حل طلب کرتے۔ بیماروں کے لیے حکیم، ڈاکٹروں سے زیادہ تعویذ گنڈوں اور پیر فقیروں کی تلاش ہوتی۔ خوش اعتقاد ہندو جوگیوں کے اور مسلمان پیروں کے پاس جاکر درد بیان کرتے اور وہ کسی کاغذ پر چند لکیریں کھینچ کر ان کے حوالے کرکے تھوڑی دیر کے لیے انھیں تمام تفکرات سے بے نیاز کردیتے۔ ہندو رام تک پہنچنے کے لیے جوگی کو اور مسلمان خدا تک رسائی کے لیے پیروں کو ضروری خیال کرتے تھے۔ ان کے خیال میں خالق اور مخلوق کے درمیان ان کا وجود نہایت اہم تھا۔ اس سہارے کے بغیر وہ مالکِ حقیقی تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔ رسمیں بھی ہندو اور مسلمانوں کی تقریباً ایک ہی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جیسی تھیں۔ ہندوؤں میں اگر نکاح بیوگان گناہ تھا تو مسلمان بھی اس سے پیچھے نہ تھے۔ ان میں بھی اسلامی تعلیمات کو فراموش کر کے اب عقدِ ثانی عورتوں کے لیے قابلِ ملامت سمجھا جانے لگا۔ اسلام کی رُو سے ڈرنے کے قابل صرف خدا کی ذات ہے مگر اس صدی میں بھوت پریت کا خوف اور آسیب کا ڈر اس درجہ تھا کہ مسلمانوں کی روحانی زندگی کا سکون ختم ہو چکا تھا۔ اسلام نے سادگی پر انتہائی زور دیا ہے۔ پیدائش سے لے کر موت اور تجہیز و تکفین تک کے تمام اُمور نہایت سادہ طریقہ پر انجام دینے کا حکم ہے اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ ان احکامات کی صحیح تفسیر ہے مگر مسلمان سب کو فراموش کر کے غیر مسلمین کی تقلید میں اب ان رسوم کو اختیار کرنے پر فخر کرتے تھے جنھیں دینی و دنیاوی بھلائی کے باعث اسلام نے شدت سے روکا ہے۔ مثلاً پیدائش یا شادی کے موقع پر فضول رسموں کی ادائیگی، مرنے کے بعد دسویں اور چالیسویں پر کھانا تقسیم کرنا یا دعوتوں کا انتظام و فضول خرچی۔ اسلام میں ان کی مُمانعت صرف مُساوات قائم کرنے کے لیے ہے تا کہ فضول مواقع سے دولت بچا کر ضرورت مندوں کی نذر کی جاسکے لیکن شریعت کے اس نکتہ کو فراموش کر کے مسلمانانِ ہند نے مقامی اثرات کے باعث اب خلافِ شرع رسوم کو اختیار کیا تھا۔ یہ تمام رسمیں ان میں نئی نہ تھیں بلکہ جہانگیر کے زمانہ کی تاریخ سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہاں کے مسلمانوں میں ابتداء ہی سے غیر اسلامی باتیں رائج تھیں۔ وہ عربوں کی مانند سادگی و سچائی کا مرقع نہ تھے۔

اس وقت مسلمانانِ ہند کے لیے اسلامی تعلیم کے ذمہ دار دو فرقے تھے، علماء اور مشائخ۔ عُلماء ظاہری رسم و رواج اور روزمرہ زندگی میں عام مذہبی عقائد کے محافظ تھے اور مشائخ یا، بالفاظِ دیگر، صوفی حضرات مسلمان کے خیال میں باطنی مقاصد کے علمبردار تصور کیے جاتے تھے۔ تمام ہند میں مذہبی تعلیم اور اسلامی عمل کی تلقین ان ہی دو گروہ کا کام تھی مگر وہ قرآن کے دیئے ہوئے درس کو فراموش کر چکے تھے۔ شاید کسی زمانہ میں وہ صحیح راستہ پر گامزن رہے ہوں مگر اس صدی کے علماء و مشائخ بھی صراطِ مستقیم سے ہٹ چکے تھے۔ وہ عالم دین کہلاتے تھے مگر اسلام سے بے خبر و دین سے بے بہرہ تھے۔ وہ قُرآن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے درس و معنیٰ پر غور کرنے کے بجائے الفاظ کی صرف و نحو کو مدنظر رکھ کر بحث میں الجھتے تھے۔ مذہب سے ناآشنائی کے سبب وہ مسلمانوں کی عملی زندگی سے ناواقف اور ضروریات زندگی سے بے خبر تھے اس لیے عملی زندگی کی الجھنوں اور مشکلات کو دین کی روشنی میں حل کرنے کے اہل نہ تھے۔ البتہ یونانی علم انھیں ازبر تھے۔ اس کی صرف و نحو اور معنیٰ میں غرق وہ اسی کو مکمل علم تصور کرتے تھے لہذا ذہن و دہن کی تمام قوت محض دلیل بازیوں وقیاس آرائیوں کی نذر کر دیتے اور لب و دہن کی خدمت انھیں زندگی کے مسائل سے واقف نہ ہونے دیتی تھی۔ دوسری جانب یہ چیز عوام کے ذہنوں سے بالاتر تھی۔ اسی لیے یہ خیال عام تھا کہ مذہب صرف رسوم و قواعد کا نام ہے اس کا عقل سے کوئی تعلق نہیں۔ انجام یہ ہوا کہ علماء و مشائخ ملّت سے کٹتے چلے گئے مگر قوم جو دل سے انھیں اپنا رہنما تسلیم کر چکی تھی۔ ان کے نقشِ قدم پر چلنا فرض سمجھتی تھی اور علماء جو قرآن وحدیث کے مطابق راہ نکالنے کے لائق نہ تھے، انھیں غلط راستہ پر لے آئے، اس طرح مذہب کا رہا سہا بھرم بھی ختم ہو گیا۔

علماء و مشائخ کے علاوہ لوگ فقیہوں سے بھی متاثر تھے مگر انھیں بھی اسلام کے حقیقی سرچشموں سے آگاہی نہ تھی۔ اس وقت نیم عالم محض اس لیے عالم بن گئے تھے کہ وہ علم دین کو اپنا کر دُنیاوی عزّت و دولت حاصل کرنے کے خواہاں تھے۔ چونکہ ان کا مقصد بھی کسبِ زر تھا اس لیے وہ بھی امراء و رؤسا کی خوشامد کر کے مذہب کو ذلیل کرنے لگے اگرچہ اس وقت علماء سے زیادہ ان کا علم مشہور تھا لیکن ان کے خیال میں تصوف کوئی چیز نہ تھی بلکہ وہ حاضرات وکرامات اور شعبدہ بازی سے دوسروں کو متاثر کرتے تھے اور عوام نے بھی اب صرف نذر و نیاز اور تعویذ گنڈوں کو اسلام سمجھ لیا تھا۔ ان کے دلوں سے خدا کا خوف ختم ہو چکا تھا۔ ان کے خیال میں خدا اس قوت کا نام تھا جو ماضی میں مسلمانوں کو فتوحات عطا کرتی تھی اور اب اس کا تذکرہ محض کتابوں تک محدود تھا۔ کسی بھی علم کا حصول ان کے لیے ضروری نہ تھا۔ علم حاصل کرنا ان کے خیال میں صرف عُلماء و مشائخ کا کام تھا۔ تاریخ سے واقفیت جو ہر قوم کے لیے ضروری چیز ہے ان کے لیے فضول سی بات تھی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لہٰذا ماضی سے بے خبر اور حال سے بے پروا وہ مستقبل کے تمام اندیشوں سے بے نیاز برائیوں میں اس بری طرح ملوث تھے کہ حرام وحلال کا فرق بھی فراموش کرچکے تھے۔ شراب علانیہ پی جاتی۔ صاحب حشمت حضرات نے بلند عمارات محض شراب وشباب کی محفلیں جمانے کے لیے تعمیر کرائی تھیں۔ برے افعال کا ارتکاب آزادانہ کرتے۔ مجرم کی سزا کمزور کو پوری پوری دی جاتی مگر طاقتور ہر سزا سے مستثنیٰ تھے۔ ان کی خطاؤں سے چشم پوشی کی جاتی۔ اعلیٰ غذا اور حسین عورت ہر مرد کا شوق تھی مگر انھیں کوئی فعلِ بد سے روکنے والا نہ تھا کیونکہ سب کے اخلاق سو چکے تھے۔ وہ علم سے دُوری اور تن آسانی کا شکار ہو کر بری طرح پست وذلیل ہوگئے تھے۔ وہ مذہب کو اس درجہ فراموش کرچکے تھے کہ شب برات پر تو دل کھول کر دولت لٹاتے مگر اصل حقدار کے لیے ایک پائی بھی خرچ کرنا بار محسوس کرتے۔ دنیاداری میں وہ اس درجہ پھنس چکے تھے کہ انھیں نماز کی ادائیگی کا دھیان ہی نہ رہتا تھا۔ ملازمت پیشہ لوگ تو صوم وصلوٰۃ کو بالکل ہی ترک کرچکے تھے اور زکوٰۃ دینا فضول سی بات تھی۔ غرض کہ مذہب خرافات کا مجموعہ بن چکا تھا۔ باہمی ہمدردی اخوت، ایثار وجاں نثاری اور اتفاق جو کبھی مسلمانوں کی شان تھے اب ان کی زندگی سے حرفِ غلط کی مانند مٹ چکے تھے۔

تاریخ شاہد ہے کہ مذہب سے دوری کا شکار ہوکر یہ قوم پست وذلیل بھی ہوئی اور ناکام بھی۔ مسلمانوں کی اقتصادی، سماجی اور معاشرتی بحران اور دنیاوی تمام مشکلات کا سبب صرف مذہب سے دوری اور دین اسلام سے بے پرواہی رہا ہے لیکن یہ بھی خدا تعالےٰ کی خاص عنایت ہے کہ جب یہ قوم پستی کی انتہا کو پہنچ جاتی ہے تو وہ اسی قوم میں ایسے افراد پیدا کردیتا ہے جو مسلمانوں کی رہنمائی کرکے انھیں پھر صراط مستقیم پر لے آتے ہیں تو اس وقت جب مسلمانانِ ہند اپنی تباہی کی حد تک پہنچ چکے تھے۔ ان کے اطوار سے ہنود ونصاریٰ شرماتے تھے۔ وہ اپنا راستہ بھٹک کر اس مقام پر پہنچ چکے تھے جہاں دُور دُور بھی منزل کا نشان نہ تھا۔ ان حالات میں کسی مردِ مؤمن کی ضرورت تھی جو انھیں پھر صحیح مذہب سے روشناس کرکے اخوت واطاعت کی تلقین کرتا۔ جو عوام کو ان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی گری ہوئی حالت کا احساس دلاکر انھیں ان کے صحیح مقام سے آگاہ کرتا جو اُمراء و رؤسا کے عیب جتاکر انھیں ان کی ذمہ داریوں کا احساس دلاتا۔

مسلمانوں کی زبوں حالی زبانِ حال سے بیداری کا پیغام دے رہی تھی اور حالات کا تقاضا بھی یہی تھا کہ انھیں غفلت سے جگایا جائے۔ ان میں زندگی کی نئی رُوح پھونک دی جائے۔ ان کے سرد احساسات کو مذہب کی حرارت سے گرمایا جائے تاکہ ان کی تمام مشکلات حل ہو جائیں اور جس روش کو وہ چھوڑ چکے تھے اسے اختیار کر کے پھر ترقی کی راہ پر گامزن ہوں مگر اس کے لیے انھیں جھنجوڑ دینے کی ضرورت تھی۔ اور یہ خدمت قوم پر ایک زبردست احسان تھی جسے شاہ ولی اللہؒ نے انجام دیا۔ اُنھوں نے مسلمانوں کے حالات کا بنظرِ غائر مطالعہ کیا اور ان کی خرابیوں کے سدباب کے لیے علم و فراست سے عمل اور مسلسل قلمی جہاد کیا۔

شاہ ولی اللہؒ کا شجرہ نسب حضرت عمر فاروقؓ سے ملتا ہے۔ تاریخِ پیدائش مختلف مؤرخین نے مختلف بتائی ہے مگر سب سے مستند تاریخ جس پر کئی تاریخ داں متفق ہیں ۱۷۰۴ء بتائی جاتی ہے۔

آپ کا اصل نام قطب الدین رکھا گیا مگر آپ شاہ ولی اللہؒ کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ کے والد بزرگوار شاہ عبدالرحیم نے آپ کو قرآن اور حدیث کی مکمل تعلیم دی۔ اس لیے آپ نے وہی طریقہ اختیار کیا۔ جب آپ سن بلوغ کو پہنچے تو ہندوستان بڑے پُر آشوب دَور سے گزر رہا تھا۔ وہاں کے باشندوں کی حالت جانوروں سے بدتر تھی جن کا کام محض شکم پروری اور افزائشِ نسل تھا، لیکن افسوسناک حال مسلمانوں کا تھا جو ایک مرتبہ پھر زمانۂ جاہلیت کے لوگوں کی طرح خود غرض، کینہ پرور اور بے دین بن گئے تھے۔ ان کی زندگی بھی عام لوگوں سے مختلف نہ تھی، ۱۷۲۰ء تک ملک جہنم کا نمونہ بن گیا تھا۔ نہ امن باقی تھا نہ امن پسندوں کی قدر و منزلت۔ خصوصاً دارالسلطنت میں رہنے والوں کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ ہر وقت حملوں کا خطرہ اور لُوٹ لیے جانے کا خوف لاحق تھا۔ غیر محفوظ ہونے کا یہ عالم تھا کہ فوجیوں کی ٹولیاں جب چاہتیں گرد و نواح کے علاقوں کو لُوٹ لیتی تھیں۔ ہر وقت ہر جگہ ان کی آمد متوقع تھی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایسے میں خورد ونوش کی اشیاء ناقابلِ برداشت حد تک مہنگی ہوجاتی تھیں، اس کا اثر صاحبِ ثروت افراد پر تو معمولی سا ہی ہوتا تھا مگر غریب طبقہ میں فاقوں تک کی نوبت آجاتی اور حرام وحلال کے فرق سے ناواقف غریب ونادار لوگ اہل وعیال کی بھوک مٹانے کے لیے ہر جائز وناجائز طریقہ اختیار کرتے تھے۔ اس سے معاشرہ میں مزید بدنظمی اور بدامنی پیدا ہوتی ہے۔

اس وقت یہ اندازہ کرلینا دشوار نہ تھا کہ ہندوستان کا زوال قریب تر ہے۔ دردمند حضرات مرکزی حکومت کی حالت اور مسلمانانِ ہند کی بے بسی بڑے تشویشناک انداز میں دیکھ رہے تھے مگر شاہ ولی اللہؒ مسلمانوں سے بے پناہ ہمدردی اور حالات کو دیکھ کر تشویش محسوس کرنے کے باوجود صورتِ حال سے مایوس نہ تھے۔ آپ جانتے تھے کہ پریشان ہونا مشکلات کا حل نہیں ہے۔ غم کا علاج غم سے نہیں عقل سے کیا جاتا ہے۔ اگر ہر شخص حالات کے سامنے ہتھیار ڈال کر محض پریشان ہونے لگے تو دنیا سے بُرائی کا خاتمہ کوئی بھی نہ کرسکے۔ جب کہ اسلام کا مقصد دنیا میں صالح نظام قائم کرنا اور اس سے پہلے ہر فرد کو عملِ صالح کی تلقین کرکے اسے صراطِ مستقیم پر لانا ہے۔ شاہ ولی اللہؒ جانتے تھے کہ یہ مشکل ترین امر ہے۔

اس وقت مسلمان روایات ورسوم میں اس درجہ اُلجھ چکے تھے کہ حق بات سُن تو سکتے تھے مگر اس پر عمل پیرا ہونا بڑا مشکل تھا۔ ان کی حالت ایامِ جہالت کے لوگوں سے بہتر نہ تھی۔ شاہ ولی اللہؒ نے اندازہ کرلیا تھا کہ انھیں راہِ راست پر لانے کے لیے ان کے سامنے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ اور قرآنی تعلیم عام کرنا ضروری ہے۔ اس وقت وہ ان کی گرتی ہوئی حالت دیکھ کر انھیں حالات کا دلیری سے مقابلہ کرنے کی تلقین فرماتے۔ ان کی مشکلات پر اُنھیں قرآن کے حوالے اور تاریخوں سے مثالیں دے کر ہمت واستقلال کی ہدایت کرتے۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ مسلمانوں کا تعلیم یافتہ طبقہ جو خود تاریخ و مذہب کو بہت حد تک بھول گیا تھا، ایک بار پھر اپنے بارے میں سوچنے لگا۔ لیکن عوام کی حالت بدستور تھی۔ ان کی اصلاح کے لیے مذہبی علم ضروری تھا۔ یہی وہ چیز تھی جسے وہ عام کرکے مسلمانوں کے خیالات میں انقلاب بپا کرسکتے تھے۔ اگرچہ شاہ ولی اللہؒ قرآن وحدیث کا علم حاصل کرچکے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تھے لیکن ہنوز علم حاصل کرنے کی تمنا تھی لہٰذا اس تمنا کی تکمیل اور سیرِ حجاز اور حج کے لیے آپ نے ہندستان سے عرب تک کا سفر کیا۔ اگرچہ اس زمانہ میں بحری سفر بڑا کٹھن اور مشکل امر تھا مگر تشنگیٔ علم بجھانے کی آرزو نے ہر خطرہ سے بے نیاز کر دیا تھا۔ اس دوران بھی آپ کو مسلمانانِ ہند کا خیال دامن گیر رہا۔

آخر دو برس کے قلیل عرصہ میں دو مرتبہ فریضۂ حج ادا کر کے علمائے دین سے کسبِ فیض کے بعد آپ ۱۱۴۳ھ میں ہندوستان واپس آئے اور آتے ہی درس و تدریس کا کام شروع کر دیا لیکن اندازِ تدریس بالکل اچھوتا اور جُداگانہ تھا۔ آپ نے پرانا طریقہ ترک کر کے نئے انداز میں یہ کام شروع کیا۔ آپ کی تعلیم ہمہ گیر تھی۔

آپ صرف معلم ہی نہیں بلکہ مجاہد، مصنف، مصلح، مفکر اور نقاد بھی تھے۔ جیسے کہ اسلام نے زندگی کے ہر شعبہ میں مسلمان کی رہنمائی کی ہے اسی کے تحت آپ نے بھی مسلمانوں کے ہر شعبہ ہائے حیات پر توجہ دی اور مذہب کے دیئے ہوئے اس سبق کو دُہرایا۔ جس نے انسان میں انقلاب پیدا کر کے اسے بامِ عروج پر پہنچایا تھا۔ آپ نے خود پڑھانے کے بجائے مسلمانوں کے لیے ہر فن کے استاذ مقرر کیے جنھوں نے ان کی رہنمائی کی۔ اس وقت شاہ ولی اللہؒ خود حدیثوں کا علم دینے اور لکھنے کا کام کرتے تھے۔

یہ وہ دَور تھا جب مسلمان سیاسی، اقتصادی، مذہبی اور معاشرتی مشکلات کا شکار اور بڑی تیزی سے پستی کی جانب گر رہے تھے۔ ان کی اس حالت کو دیکھ کر ایک عام نظر رکھنے والا انسان بھی مستقبل کے خطرات کا بخوبی اندازہ کر سکتا تھا تو شاہ ولی اللہؒ جو حقیقت میں باریک بین و حساس دل رکھنے والے انسان تھے وہ کیسے نہ آگاہ ہو جاتے۔ اُنھوں نے حالات کا مشاہدہ کیا اور مسلمانوں کو اندرونی و بیرونی خطرات سے آگاہ کر دینا ضروری سمجھا۔ وہ جانتے تھے کہ جن اسباب کے سبب مسلمانوں کو زوال کا سامنا اور دین کا انحطاط ہوا ہے۔ وہ ان کے اپنے پیدا کردہ ہیں لیکن مسلمان ان وجوہات کو سمجھنے سے قاصر ہیں جن کی بدولت اپنی عظمت و برتری کھو رہے ہیں۔ ان کے خیال میں ان حالات کی روک تھام فوری طور پر ضروری تھی۔ مسلمانوں کو ان کی خطاؤں سے آگاہ کر کے ان کی اصلاح ناگزیر تھی۔ اس لیے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آپ نے جہادِ قلم کی ابتدا کی اور تدریس دین کے ساتھ ہی سلسلۂ تصنیف و تالیف کا بھی آغاز کر دیا۔ حجۃ اللہ البالغہ، بدور بازغہ، فیوض الحرمین اور ازالۃ الخفاء وغیرہ ان کی مشہور کتابیں ہیں۔ ان کتب کا رنگ جُداگانہ ہے۔ عربی میں جس قدر بھی کتابیں تصنیف کی ہیں ان میں زیادہ تر رسول اللہ کے اندازِ گفتگو کا رنگ اور قرآنی طرزِ تکلم کا اثر غالب نظر آتا ہے۔

نادر شاہ کے حملہ کے بعد مسلمانانِ ہند کی حالت بالکل ہی تباہ ہو گئی تھی۔ اس وقت شاہ ولی اللہؒ کو حجاز سے واپس آئے ہوئے صرف چار سال کا عرصہ گزرا تھا۔ اب تک اگرچہ درس و تدریس کا کام باقاعدہ و بہترین طریقہ پر ہو رہا تھا۔ مگر نادر شاہ کے حملہ اور مسلمانوں کی زبوں حالی نے اسے مزید استحکام بخشا۔ جب فاتح افواج دہلی میں لوٹ مار کر رہی تھیں تو عزت و ناموس کی حفاظت کے لیے شرفاءِ دہلی ایسی زندگی پر خودکشی کرنے کو ترجیح دے رہے تھے شاہ صاحبؒ نے ان کو اس سے روکا۔ اس کے بعد وہ صبر و رضا کے ساتھ حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔

حملہ کے بعد مسلمانوں کی حالت مزید حالت خراب ہو گئی تھی۔ اس وقت سب سے زیادہ تباہ کرنے والی چیز ان کی نااُمیدی تھی۔ وہ لوگ دنیا کی ہر قسم کی عزت و خوشی کے لیے اُمیدیں ختم کر چکے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ اب کبھی بھی معاشرہ میں کوئی مقام حاصل نہیں کر سکیں گے۔ ان حالات میں شاہ ولی اللہؒ نے مسلمانوں کی زندگی کا تجزیہ کر کے ان کی مشکلات کا سبب تلاش کیا تو انھوں نے اندازہ کیا کہ مسلمانوں کی روزمرّہ زندگی قرآنی تعلیم کے قطعی خلاف ہو چکی ہے۔ عمل سے غفلت کے سبب وہ تباہ و برباد ہو رہے ہیں اور مذہب سے دُوری کے باعث ان پر نااُمیدی طاری ہے۔ دنیاوی معمولی معمولی پریشانیاں انھیں ہراساں کر دیتی ہیں مگر انھیں اپنی خامیوں کا احساس بھی نہ تھا۔ قبر پرستی، پیروں کی پُوجا اور جادو ٹونوں پر اعتقاد نے ان کے ایمان کمزور کر دیئے تھے۔ اب وہ اسلام کی روشنی سے ہٹ کر شرک و گناہ کی تاریکی کے باعث اپنی منزل کا راستہ بھول گئے تھے اور اب باوجود ٹٹولنے کے بھی کچھ سجھائی نہیں دیتا تھا۔ غرض کہ مذہبی، اقتصادی سماجی طور پر مسلمان برباد ہو چکے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تھے۔ انھی حالات کے تحت شاہ ولی اللہؒ کو قوم کی اخلاقی و روحانی قباحتوں کو اپنی تصانیف میں بے نقاب کر دینے کی ضرورت پیش آئی۔

ان حالات کے سدباب کے لیے قرآن کی تعلیم عام کرنی ضروری تھی۔ اس وقت مسلمانانِ ہند کی زبان فارسی تھی اس لیے انھوں نے قرآن مجید کا فارسی ترجمہ کیا۔ اور اس کا نام "فتح الرحمٰن" رکھا۔ اس میں ترجمہ بمعہ تشریح تھا۔

علاوہ ازیں اسلامی اندازِ فکر پیدا کرنے کے لیے انھوں نے ہر طبقہ علماء، حجرہ نشینوں، پیرزادوں، اربابِ صنعت و حرفت، افسران، فوجیوں اور عوام کے لیے دعوتی پیغام دیئے جن کا مقصد سیاسی، دینی و معاشرتی برائیوں کا سدباب تھا۔ ان میں بتایا تھا کہ دین حجروں میں مقید ہو کر بیٹھنے یا محض اپنی ذات کو آرام دینے کا نام نہیں بلکہ اسلام کا مقصد اخوت و جاں نثاری اور اشاعتِ علم ہے اور یہی وہ چیزیں ہیں جن کی بدولت دنیا میں صالح نظام قائم ہو سکتا ہے۔ انھی کی بدولت قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں نے قلیل مدت میں حیرت انگیز ترقی کی تھی اور ان ہی چیزوں کو نظرانداز کر کے آج مسلمان پست ہو رہے ہیں۔ آپ نے یہ خیالات عام کیے اور ہر فرد کی خدمت کی۔

ابھی تک ان کا اور ان کے ہمعصر بزرگوں کا دائرۂ عمل محض تدریسِ حدیث تک ہی محدود تھا۔ مگر حالات قوم کی اصلاح کے متقاضی تھے۔ لہٰذا جن خامیوں کے سبب قوم قعرِ مذلت میں گر چکی تھی۔ شاہ ولی اللہؒ نے انھیں ہدفِ ملامت بنانا شروع کیا۔ حکومت جو دولت غیر ضروری مصارف پر خرچ کر رہی تھی وہ آپ کی محبِ قوم و مذہب طبع پر گراں گزرتی۔ آپ کا خیال تھا کہ وہ طبقے جو بغیر کسی خدمت کے حکومت سے وظائف لیتے ہیں وہ نہ صرف یہ کہ خود ہی تن آسانی کا شکار ہو کر خراب ہوتے ہیں بلکہ حکومت کی یہ بخشش آمدنی کے ذرائع مسدود کر دینے کے علاوہ بھی قوم کی اقتصادیات پر بار ہے۔ آپ نے اس کے خلاف احتجاج کیا۔ نیز یہ کہ فوج کی تنظیم بڑی ناقص تھی آپ نے اس پر نکتہ چینی کی اور حکومت کو احساس دلایا کہ از سرِ نو اسے منظم کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ فوج اگر مضبوط ہو تو قوم کا سہارا اور ملک کی محافظ ہوتی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کے علاوہ اس دور میں عوام کی حالت بدترین تھی اس لیے آپ نے عوام کے سیاسی و معاشرتی حقوق کا مطالبہ کیا۔ دولت کو ایک مرکز پر جمع کرنے کے خلاف احتجاج کرکے آپ نے غیر سماجی عناصر اور تخریب پسندوں کو ختم کر دینے کا مشورہ دیا۔ کیونکہ اسی طرح اقتصادی اعتبار سے خوشحالی لانا ممکن تھا۔ غرض کہ آپ نے مسلمانوں کی مذہبی، سیاسی، معاشرتی اور اقتصادی زندگی کے ہر پہلو پر نظر رکھ کر ان کی اصلاح کی۔

اُس وقت ہندوستان جس دور سے گزر رہا تھا اور مسلمان جن حالات سے دوچار تھے انھیں پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ اگر شاہ ولی اللہؒ اور ان کے ہمعصر دیگر علمار فوری طور پر توجہ نہ دیتے تو ہندوستان سے اسلام ختم ہو چُکا ہوتا۔ مگر علم حدیث کی ترویج اور ان میں قرآنی تعلیم عام کرنا شاہ ولی اللہؒ کا زبردست کارنامہ ہے۔

آپ کی ذات بڑی خوبیوں کا مجموعہ تھی۔ بارھویں صدی ہجری میں دینی، معاشرتی، اقتصادی اور سماجی زوال اور مسلمانوں کی بے بسی کے مشاہدے کے بعد نشأۃ ثانیہ کے لیے وہ لائحۂ عمل مرتب کرنا جس نے مسلمانوں کو تباہی و بربادی سے بچایا آپ ہی کا کام تھا۔

یہ آپ ہی کے قلمی جہاد کا اثر تھا کہ مذہب کے تحفظ کے لیے ان ہی مسلمانوں میں جماعت پیدا ہو گئی جو خود مذہب سے دور ہو چکے تھے اور پھر اسی جماعت نے ہر قیمت پر دین کی حفاظت کی اور وہ مشعل روشن کی جو مسلمانوں کی راہوں کو آج تک منور کر رہی ہے۔

ملفوظات مولانا عبید اللہ سندھی

ترتیب و تدوین :- پروفیسر محمد سرور

جلد طبع ہو کر آ رہی ہے !

ملنے کا پتہ

سندھ ساگر اکاڈیمی، چوک مینار - لاہور

© rasailojaraid.com